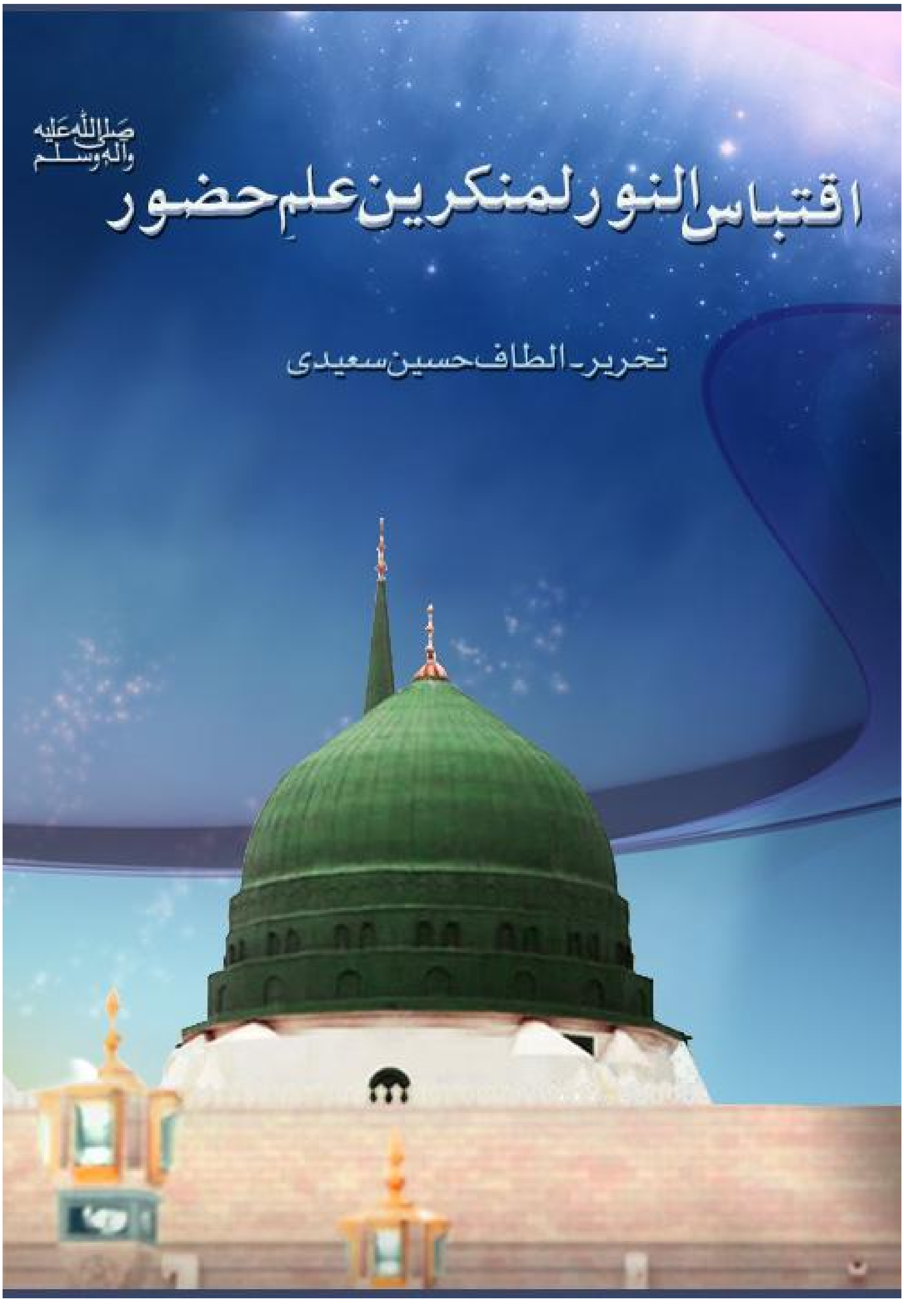
اقتباس النور لمنکرین علمِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تحریر۔ الطاف حسین سعیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقتباس النور لمنکرین علمِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تحریر۔ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

اللہ تعالیٰ کی توحید کی آڑ لے کر اللہ کے پیاروں کی توھین کرنے کا سلسلہ جدید نجدی فتنے کی اساس ہی نہیں اثاثہ بھی ہے،تقویۃ الایمان نامی مرکزی نجدی کتاب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خداداد علم غیب کا انکار کرنے کی جو پالیسی اختیار کی گئی تھی اُس کی حمایت میں لکھے گئے چند اوراقِ پریشان اس وقت ہمارے سامنے ہیں،ان میں چھ آیات قرآنی اور چھ احادیث مبارکہ کا ناقص اور غلط مفہوم دیا گیا ہے،اور مفہوم درست کرنے میں مددگار دیگر آیات واحادیث سے چشم پوشی کی گئی ہے،ہم اُن کی پیش کردہ آیات واحادیث کا دیگر نصوص شرعیہ کی روشنی میں صحیح مفہوم پیش کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

آیت نمبر ا۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ نحل، آیت ۷۷)

"اور اللہ کے لئے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا"

اس آیت میں مخلوق کے لحاظ سے غیب کا لفظ بولا گیا ہے،اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی غیب نہیں ہے،اس آیت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ اللہ کسی کو بھی ارض وسماوات کی چھپی باتیں ظاہر نہیں فرمائے گا، بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم کے فیض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کل شئی روشن ہوگئی اور ارض وسماوات کی ہر شئے آپ کے علم میں آ گئی (مشکوٰۃ،ص ۷۰، ۷۲)

ایسے ہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر بھی ارض وسماوات کی بادشاہی کا مخفی نہ رہنا قرآن پاک میں آیا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ (سورۃ الانعام،آیت ۷۵)

ان آیتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ آسمان وزمین کا غیب اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اس بات میں بھی اللہ کے نائب ہیں اُس کے مقابل نہیں۔

غنیۃ الطالبین کا آخری فقرہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ اپنے بندے کو ایک مقام پر ایسا آئینہ دے دیتا ہے جس سے وہ دنیا وآخرت کی مخفی عجائب کو دیکھ سکتا ہے،اور ترمذی شریف، حدیث ۳۱۲۷ میں اس اضافی صفت کو فراست کا نام دیا گیا

ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کے ساتھ بندہ، بندہ ہو کر اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اور یہ بات ہمارا مخالف بھی مانتا ہے کہ اللہ کے نور سے زمین و آسمان میں کچھ بھی نہیں چھپ سکتا۔

آیت نمبر ۲۔ وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (سورۃ الانعام، آیت ۵۹)

اس آیت میں تو صاف موجود ہے کہ اللہ ہی سب غیب جانتا ہے اور تمام غیبوں کی چابیاں اُس کے پاس ہیں، اب ظاہر بات ہے کہ غیب کی چابیوں سے غیب کے دروازے کھولنے مقصود ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا قرب معنوی حاصل کرنے والے مقربینِ بارگاہِ حق جب اللہ کا قربِ خاص حاصل کرتے ہیں تو اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں اور قریب والا قریب والے کو جانتا ہے، چنانچہ حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "الفتح الربانی" میں فرماتے ہیں "الغیب عندہ فاقرب منہ فتراہ وتری ماعندہ" یعنی سب غیب اُسی کے پاس ہیں تو بھی اُس کے پاس ہو جا اور اپنی روح کی آنکھ سے اُسے بھی دیکھ اور اُس کے پاس والے غیبوں کو بھی دیکھ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّد المقربین ہیں، تو آپ سے اللہ کے پاس والی مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) کا کیا پردہ رہا؟

اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

غیب کی چابیاں جو اللہ کے پاس ہیں وہ مقرّبین پر غیب کی دنیا کے دروازے کھولنے کے لئے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کو غیب کے دروازے کھولنے کے لئے چابیوں کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو تقویۃ الایمان کے مصنف کا ہی نظریہ ہے جس نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہاں تک لکھ مارا کہ "اللہ جب چاہتا ہے غیب دریافت کر لیتا ہے، اور کسی کے بارے میں غیب معلوم کر لینے کی قوت کا دعویٰ کرنا خدائی کا دعویٰ کرنا ہے"، اب وہابیوں کے مکتبہ دارالسلام والے تقویۃ الایمان کی ایسی عبارتیں بدل کر اسے مشرف بہ اسلام کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت نمبر ۳ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (سورۃ نمل، آیت ۶۵)

اے حبیب آپ (اپنی حقیقتِ مشہودہ) بیان فرما دیں کہ ارض و سماوات میں جو بھی ہیں "الغیب" نہیں جانتے سوائے اللہ کے، غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم حقیقت کلمہ قل کے بغیر کیوں نہیں فرمائی، جو ارض و سماوات کو بھی اور اُن میں رہنے والوں کو بھی اور اُن میں سے ہر ایک کے علم کو بھی جانتا ہے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان

مبارک سے یہ حقیقت بیان کروانے کا مطلب یہی ہوا کہ حبیب بھی ارض وسماوات، اُن کے باشندے اور اُن کا علم سب کچھ جانتا ہے، جب ہی یہ دعویٰ اُس کو زیب دیتا ہے کہ ان کے علم میں الغیب کا علم داخل نہیں ہے، وہ صرف اللہ کو معلوم ہے، الغیب سے مراد اگر خاص غیب مراد لیں (الف لام بطور معرفہ بنانے کے لیا جائے)، اور آیت اگر مزید آگے پڑھی جائے تو وقت قیامت ہی مراد لیا جائے گا، یہ الغیب (خاص غیب) کی وضاحت ہوگی، کیونکہ آگے ہے وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ یعنی انہیں شعور نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

اگر الغیب کا معنی جمیع غیوب لیا جائے تو اُس صورت میں عبارت النص سے یہ ثابت ہوگا کہ اللہ کے تمام غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی ثابت ہوگا کہ مخلوقات میں سے جن جن کو بھی علم حاصل ہوا ہے بعض غیوب کا ہی حاصل ہوا ہے، اور اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ ارض وسماء اور اُن میں جو کچھ بھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اُس کا بھی علم ہے اور اُس اُس کے علم غیب کا بھی، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ کے دست کرم سے آپ کو مافی السموت والارض کا علم حاصل ہوا (مشکوٰۃ، ص ٧٠)، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظر میں ارض وسماء کی بادشاہی ہے (سورۃ الانعام، آیت ٧٥)، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ارض وسماء کی ہر شئے کی تسبیح پر بھی ہے اور سجدے پر بھی (سورۃ الحج، آیت ١٨۔سورۃ نور، آیت ٤١)، اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے کہ ارض وسماوات کی ہر شئے مجھ پر روشن ہوگئی اور مجھے ہر شئے کی معرفت حاصل ہوگئی (مشکوٰۃ، ص ٧٢)، معرفت میں جزئیات تک کا علم شامل ہوتا ہے، جب ہر ہر شئے کے ہر ہر جزیئے کا علم بھی حاصل ہوا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے روشن بھی ہوگئی تو ارض وسماوات کی جس جس مخلوق کو جتنا جتنا بعض علم غیب حاصل ہے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم میں وہ سارے بعض علوم غیبیہ مجتمع ماننے پڑیں گے، اور آیت میں جو لفظ ''قل'' آیا ہے وہ محض ویسے ہی نہیں آیا بلکہ یہ حقیقت واضح کرنے کے لئے کہ میرا محبوب ہر ہر شئے اور ہر ہر شئے کے علومِ غیبیہ کا روشن علم رکھتا ہے، اس لئے یہ دعویٰ اُس کو بھی زیب دیتا ہے کہ وہ ہر ہر مخلوق کے علوم غیبیہ جاننے کا اظہار کرتے ہوئے اُن سے جمیع علومِ غیبیہ جاننے کی نفی فرمائے۔

آیت نمبر ٤ قُل لاَّ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللّهِ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ (سورۃ الانعام، آیت ٥٠)

آپ فرمادیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اگر آیت کو تھوڑا سا اور آگے لکھ دیا جاتا تو یہ واضح ہوسکتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے مقام سے نچلے مقام کے دعوی کی نفی فرمارہے ہیں، کیونکہ اس سے اگلا حصہ آیت کا جو چھوڑا گیا ہے وہ یہ ہے ''وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ'' کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا

کہ میں فرشتہ ہوں، یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فرشتوں کے سردار جبریل ومیکائیل علیہما السلام آپ کے آسمانوں میں وزیر ہیں اور آپ کے ماتحت ہیں، تو آپ ﷺ کو اس دعوے کی کیا ضرورت تھی، یوں ہی زمینی خزائن حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں **کان رجلاً یعلم علم الغیب** یعنی وہ مردِ عظیم علم غیب جانتا تھا (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر)، اب ظاہر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام ہوں یا حضرت خضر علیہ السلام، حضرت جبرائیل ہوں یا میکائیل، یہ سب آپ ﷺ کے ماتحت ہیں، تو آپ ﷺ کو مقام بلند سے نیچے اُتر کر یہ دعوے کرنے کی کیا ضرورت تھی جو اس آیت میں مذکور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ماتحتوں کو حاصل ہیں۔

آیت نمبر ۵ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۸)

اگر میں علم غیب جانتا تو سب اچھائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی مس نہ کرتی، اس آیت میں جملہ شرطیہ ہے، علم غیب کی شرط کے ساتھ دو جزاؤں کو وابستہ کیا گیا ہے، ایک تو خیر کثیر کا حصول اور دوسری ہے عدم مس سوء، ہمارے مخالفین کے موقف کی روشنی میں شرط وجزا کا نتیجہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ کو غیب کی کوئی خبر نہیں (تقویۃ الایمان)، لہذا آپ ﷺ خیر کے تمام افراد سے محروم ہیں اور سوء کے تمام افراد نے آپ ﷺ کو مس کر رکھا ہے یعنی نجدیت کے عقیدے کی رو سے نبی پاک ﷺ کا ہر قسم کی اچھائی اور نیکی سے محروم ہونا اور ہر قسم کی برائی اور سوء سے آلودہ ہونا لازم آئے گا (معاذ اللہ)، اور ہمارے نزدیک آپ ﷺ کو چونکہ معلمِ حکمت بنا کر بھیجا گیا ہے (سورۃ جمعہ، آیت ۲)، اور جس کو حکمت ملی اُس کو خیر کثیر ملی (سورۃ بقرۃ، آیت ۲۶۹)، اور نیز آپ ﷺ کو کوثر بمعنی خیر کثیر بھی ملی (سورۃ کوثر، آیت ۱)، اسی طرح جو **حسبنا اللہ و نعم الوکیل** کہتا ہے وہ از روئے قرآن مس سوء سے محفوظ رہتا ہے (سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۴)، جب نبی پاک ﷺ سے خیر کثیر کے حصول کی تعلیم اور مس سوء سے محفوظ رہنے کا وظیفہ منقول ہے تو آیت زیر بحث کی دونوں جزاؤں کا حصول آپ ﷺ کے لئے از روئے قرآن ثابت ہو گیا، اور جملہ شرطیہ میں جزا کے حصول کے اثبات سے شرط کے حصول کا متحقق ہونا لازم آتا ہے، یعنی چونکہ آپ ﷺ کے لئے خیر کثیر کا حصول بھی ثابت ہے اور سوءِ حقیقی کا آپ ﷺ سے مس نہ کرنا بھی ثابت ہے، لہذا علم غیب کا حصول خود بخود ثابت ہو گیا، اسے سادہ مثال سے یوں سمجھئے کہ اگر میں زید کو کہوں کہ ایم بی بی ایس کر لو گے تو میڈیکل آفیسر بن سکو گے، پانچ سال بعد زید کہیں میڈیکل آفیسر لگا ہوا ہو گا تو اُس کا ایم بی بی ایس کرنا خود بخود ثابت

ہو جائے گا، اور یہ اتنی واضح بات ہے کہ موٹی عقل والا بندہ بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

آیت نمبر ۶ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاأَدْرِیْ مَايُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ (سورۃ احقاف، آیت ۹)

ترجمہ۔ آپ فرمادیں کہ میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں مجھے ''معلوم نہیں'' کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ فرمان پیش کیا گیا ہے کہ ما ادری مایفعل بی و لا بکم، جس کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، اس کے ساتھ ہی بعد میں دی جانے والی حدیث کو کو بھی شامل کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔

حدیث نمبر ۱ میں ہے کہ ایک صحابیہ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ الفاظ کہے کہ میں گواہی دیتی ہوں اس بات کی کہ ضرور تحقیق اللہ نے تیرا اکرام کیا ہے (بخاری) اس کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں خدا کا نبی ہوں مگر درایت کی رو سے میں ایسا بیان جاری نہیں کرتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، (مشکوۃ بحوالہ بخاری)، آیت وحدیث ملا کر پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل کے حوالے سے کوئی یقینی بات روایت کی رو سے کرنی چاہئے، درایت (عقل وقیاس) کی رو سے نہیں، لیکن بادی النظر میں یوں لگتا ہے کہ جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا اور دوسروں کا انجام معاذ اللہ معلوم نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین نے یہ آیت سنی تو ہمارے دور کے کم فہموں والا مفہوم مراد لے بیٹھے اور خوشی سے پھولے نہ سمائے، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح نازل فرمائی تو درایت سے پیدا ہونے والے ابہام کو توضیحی بیان سے دور فرمایا اور صحابہ کرام کو سورۃ فتح کے نزول سے بہت زیادہ خوشی ہوئی، جس میں سورۃ الاحقاف کی مذکورہ زیر بحث آیت میں بیان شدہ خبر کے ابہام کو توضیح سے بدل دیا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سورۃ الاحقاف کی مذکورہ آیت کو سورۃ فتح نے منسوخ کر دیا، جو اخبار میں نسخ کے قائل ہیں وہ یہی کہتے ہیں، اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ خبر کے ابہام کو بعد میں آنے والی توضیح نے منسوخ کر دیا۔

ایک تو یہ لوگ ہیں جو سورۃ الاحقاف کے نزول تک بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور اپنے صحابہ کے انجام سے بے خبر بتاتے ہیں اور دوسری طرف ہم محبت کے مارے ہیں جو کہتے ہیں کہ جس قلم نے ما کان و ما یکون کا علم لکھا وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے، اور آپ اُس وقت سے اپنے اور سب کے انجام سے واقف ہیں، تفصیل یہ ہے کہ ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ابواب القدر کے باب نمبر ۱۷ میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب

سے پہلے قلم کو تخلیق فرمایا، اسے فرمایا لکھ، اس نے عرض کیا کیا لکھوں، حکم ہوا کہ اکتب القدر ما کان و ماھو کائن الی الابد (حدیث نمبر ۲۱۵۵)، یعنی لکھ تقدیر کو جو کچھ ہوا اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۱)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اوّل الخلق کا تب تقدیر ذی شعور قلم ہے کون سا؟

اس کا جواب بخاری، کتاب القدر، حدیث نمبر ۶۶۰۹، بخاری کتاب الایمان والنذور، حدیث نمبر ۶۶۹۴، ابوداوٗد، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۳۲۸۸ میں آچکا، حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے "لا یاتی ابن اٰدم النذر بشی لم أکن قدرته" کہ ابن آدم کو نذر (منت) سے وہ چیز نہیں ملتی جو میں (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اُس کی تقدیر میں نہ لکھی ہو۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ تقدیر لکھنے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں اور قلم لا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بطور استعارہ آیا ہے، عجب نہیں کہ نٓ والقلم (سورۃ قلم، آیت ۱) میں نورِ محمدی بشکلِ قلم مراد ہو، ورنہ قلموں کی کیا مجال کہ وہ ما کان و ما یکون جان سکیں لکھنا تو دُور کی بات ہے، (سورۃ لقمان، آیت ۲۷)، بعض عارفین نے کہا کہ اوّل الخلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اوّل الخلق کے طور پر حدیثوں میں آنے والے سب نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے استعارۃً استعمال ہوئے ہیں۔ (سر الاسرار، ص ۱۲، ۱۴۔ مرصاد العباد، ص ۳۰۔ تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۱۹) ع

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

ما کان و ما یکون کا علم تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس وقت بھی حاصل تھا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم مبارک تکمیلِ نزولِ قرآن تک ہر لمحہ اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہا، اور ہر لمحہ کا علم پچھلے لمحہ کی نسبت تفصیل بنتا چلا گیا اور ماضی والا علم اُس کی روشنی میں اجمالی نظر آیا، تاہم باقی تمام مخلوقات کے تفصیلی علوم کے مجموعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اجمالی علم جو لوح نے قلم سے محفوظ کیا وہ زائد ہے، امیر مینائی نے کیا خوب کہا!

حضرت کا علم علمِ لدنی تھا اے امیر
دیتے تھے قدسیوں کو سبق بے پڑھے ہوئے
تعلیم جبرائیلِ امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

اس کلام کی روشنی میں قصیدہ بردہ کا وہ مصرعہ سمجھنا مشکل نہ رہا کہ "ومن علومک علم اللوح والقلم"، لوح وقلم کا علم تو

آپ کے علوم میں سے صرف ایک علم ہے، یہ محض عقیدت نہیں حدیثوں کو ملا کر دیکھنے سے ثابت ہے، یہ قرآن کے عجائب وغرائب ہیں جنہیں قیامت تک ظاہر ہوتے رہنا ہے، حاصل یہ ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ علم درایۃ پر مبنی نہیں، قیاس کے گھوڑے دوڑا کر حاصل نہیں کیا گیا، یہ قطعی یقینی تعلیم الٰہی پر مبنی ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گو میں خدا کا نبی ہوں مگر مجھے یہ "معلوم نہیں" کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔

اس کی وضاحت آیت نمبر ٦ کے ضمن میں پیش کی جاچکی ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا، کے حوالے سے میرا علم ظن وتخمین اور درایت وقیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں میرا علم قطعی اور وحی الٰہی پر مبنی ہے۔

حدیث نمبر ۲۔ ربیع بنت معوذ کا بیان ہے کہ چند بچیاں کچھ شعر پڑھ رہی تھیں ان میں سے کسی نے کہا و فینا نبی یعلم مافی غدٍ (ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو آنے والی کل کی بات جانتا ہے)، آپ نے فرمایا ایسا مت کہو جو شعر پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھتی رہو۔ (بخاری)

بچیوں نے شادی کی تقریب میں شہداء کا مرثیہ پڑھتے پڑھتے نبی پاک ﷺ کو دیکھ کر اچانک موضوع بدلا اور نعتیہ کلام شروع کردیا، جس میں کہا گیا تھا و فینا نبیٌ یعلم مافی غدٍ، ہم میں وہ نبی ہے جو کل کی بات سے باخبر ہے، یہ مصرعہ کسی صحابی کی کہی گئی نعت کا ہی ہوسکتا ہے جو بچیوں تک کو یاد تھی، بچیوں نے منقبت صحابہ کو چھوڑ کر نبی پاک ﷺ کی نعت شروع کی تو آپ ﷺ نے اُنہیں منقبت صحابہ جاری رکھنے کا حکم دیا اور کسر نفسی اور تواضع سے کام لیا، اگر یہ جملہ شرکیہ ہوتا تو آپ ﷺ اُن بچیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور توبہ کی تلقین فرماتے، آپ نے صرف اتنا فرمایا اسے رہنے دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں، بلکہ اس مصرعہ سے ملتا جلتا مصرعہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو نبی پاک ﷺ نے اُس کو مصرعہ چھوڑنے کی بجائے انعام سے نوازا، مصرعہ یہ ہے و متیٰ تشاء یخبرک عمافی غدٍ اور جب تو چاہے تو وہ تجھے بھی اس بات سے باخبر کردیں کہ کل کیا ہونے والا ہے (الاصابہ، ابن حجر عسقلانی، ج ۵، ص ۵۵۱)۔

حدیث نمبر ۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے غیوب خمسہ کے حوالے سے منقول ہے کہ جو شخص تمہیں کہے کہ نبی پاک ﷺ یہ پانچ غیب جانتے تھے تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے (بخاری شریف)۔

اُم المومنین سے دوسری جگہ یہ الفاظ یوں منقول ہیں کہ جو شخص کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کل کیا ہوگا سے باخبر

ہیں، اُس نے جھوٹ بولا انه یعلم ماغدٍ (بخاری، کتاب التفسیر سورۃ النجم، حدیث ۴۸۵۵)۔
تیسری جگہ الفاظ یوں ہیں انه یعلم الغیب یعنی جو کہتا ہے کہ آپ ﷺ غیب کا علم رکھتے ہیں تو وہ کذب کا مرتکب ہے۔
اب روایتیں ملا کر دیکھیں تو پورا مفہوم یہ ہوا کہ جو شخص کہتا ہے کہ آپ ﷺ کو کل کی بات کا علم ہے اور آپ ﷺ سورۃ لقمان کے آخر والے پانچوں غیب جانتے ہیں اور آپ ﷺ کو غیب کا علم حاصل ہے تو وہ کذب کا مرتکب ہوتا ہے، اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو باتیں اور بھی اپنے اس فتوے میں ارشاد فرمائی ہیں (ترمذی، کتاب التفسیر سورۃ النجم، حدیث نمبر ۳۲۷۸) سے پتہ چلتا ہے کہ اُم المومنین حضرت عبداللہ ابن عباس اور بنو ہاشم کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، اُم المومنین اُن کا ردّ کرتے ہوئے فرما رہی ہیں کہ جو تجھے کہے کہ (۱) حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا، (۲) یا حضرت محمد نے اسرار مخفی رکھے، (۳) یا حضرت محمد ﷺ کو غیوب کا علم حاصل ہے تو وہ جھوٹ کا مرتکب ہے، یہ واضح بات ہے کہ نبی پاک ﷺ کے اِن فضائل کا قائل اُس دَور کا کوئی کافر و مشرک تو نہیں تھا، وہ جو بھی تھا مسلمانوں میں سے تھا، اور اُم المومنین اُس دور کے کسی مسلمان کے اِن نظریات کی عبارت اور تعبیر میں خطا کو کذب سے تعبیر کر رہی ہیں، تو یہ اُم المومنین کا اُن سے اجتہادی اختلاف ہے، اُم المومنین نفی ادراکِ باری سے نفی رویتِ باری کا مفہوم نکال رہی ہیں، تو اُن کا قیاس ہے ورنہ احادیث نبویہ میں رویت باری کا ثبوت ہر دو جہاں میں ملتا ہے، اسی طرح تبلیغی احکام نہ چھپانے کا مطلب یہ نہیں کہ اسرار بھی کسی سے نہ چھپائے، اور علم غیب کے حوالے سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خضر علیہ السلام کی بابت بیان فرماتے ہیں کان رجلاً یعلم علم الغیب "وہ مرد تھے جو علمِ غیب جانتے تھے" (تفسیر ابن جریر۔ تفسیر ابن کثیر)، بلکہ بخاری شریف میں تو حدیث مرفوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین اقوال پر بھی لفظِ کذب استعمال کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ وہ بھی صورتاً کذب ہے نہ کہ حقیقتاً۔

حدیث نمبر ۴۔ بہتان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے ہمارے مخالفین چونکہ چنانچہ کی گردان کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے علم شریف کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہیں، حالانکہ نبی پاک ﷺ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ مجھے علم نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا مجھے اپنے اہل کی خیر ہی کا علم ہے (فو اللہ ما علمت علیٰ اھلی الّا خیرا، بخاری ۲۶۶۱ کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء)، جہاں سرکار ﷺ قسم کھا کر

اپنا علم ظاہر فرمائیں، وہاں بھی اگر بے علمی ثابت کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے مخالفین کو نہ سرکار ﷺ کے بیان پر یقین ہے اور نہ آپ کے بیان حلفی پر ایمان ہے۔

حدیث نمبر ۵۔ سورۃ تحریم کی شانِ نزول سے نبی پاک ﷺ کی بے علمی ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ آپ ﷺ نے اپنی بے علمی کا قول کیا، اللہ تعالیٰ نے بھی اس واقعہ کی وجہ سے آپ ﷺ کی بے علمی نہ بتائی بلکہ اُس واقعہ کی وجہ ازواج مطہرات کی رضا جوئی بتائی کہ ازواج کو محبوب بنانے کی بجائے اپنا محب بناؤ، آپ اُن کی رضا جوئی نہ فرمائیں بلکہ وہ آپ کی رضا جوئی کریں، محبت کی باتوں میں بے علمی کہاں سے گھس آئی، کوئی محبت والے دل سے ہمیں بتائے؟۔

حدیث نمبر ۶۔ بیرٔ معونہ کے واقعہ سے نبی پاک ﷺ کی بے علمی ہرگز ثابت نہیں ہوتی، اگر نبی پاک ﷺ نے اپنے مبلغ بھیجے اور انہیں شہید کر دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے مبلغوں کی شہادت کا علم نہ تھا، یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے لئے نبی بھیجے اور انہیں بھی شہید کیا گیا، تو کوئی بیوقوف ہی کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے شہید ہونے کا علم ہوتا تو وہ اپنے رسولوں کو اتمام حجت کے لئے ہرگز نہ بھیجتا، پھر نبی پاک ﷺ نے اُن مبلغوں کو بھیجتے ہوئے اپنا علم ظاہر فرمایا تھا اور فرمایا تھا انی اخشیٰ اھل نجد علیھم مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ نجدی میرے ان اصحابِ صفہ (صوفیوں) کو نقصان پہنچائیں گے (قسطلانی، ج ۶، ص ۳۱۴) ، تعجب ہے کہ نبی پاک ﷺ تو بیرٔ معونہ کے واقعہ سے پہلے ہی اپنا علم ظاہر فرمائیں اور یہ بوجھ بجھکڑ کہیں کہ علم ہوتا تو آپ انہیں کیوں بھیجتے، اگر کہا جائے کہ یہ علم نہیں بلکہ محض گمان تھا، تو ہم یہ عرض کریں گے کہ نبی بدگمانی سے پاک ہوتا ہے اور اُن کا یہ خوف اور خطرہ علم پر مبنی تھا۔

اس کے بعد مضمون نگار نے فقہاء کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے، آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفینِ علم نبی کو فقہاء سہارا دیتے ہیں یا نہیں؟

(۱) قاضی خاں کا حوالہ دیا کہ جو اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر نکاح کرے وہ کافر ہے، کیونکہ نبی غیب نہیں جانتا اور اُن کے علم غیب کا دعویٰ کفر ہے، حالانکہ فتاویٰ قاضی خاں اور درمختار وغیرہ کتب فقہاء میں اس قول کو مفتیٰ بہٖ قول کے صیغے سے ہرگز ہرگز ادا نہیں کیا گیا اور غیر مفتیٰ بہٖ اور مرجوح قول پر فتویٰ دینا انہی فقہاء کے نزدیک مخالفتِ اجماع اور جہالت شمار ہوتا ہے، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں ایک مسنون دعا ملتی ہے جس میں ہر صبح اللہ اور اُس

کے تمام رسولوں کو گواہ بنایا جاتا ہے(عمل الیوم و اللیلۃ ابن سنی،ص ۲۳،حدیث ۵۲)،اب یہ ہمارے مخالفین کی مرضی ہے کہ وہ غیر مفتیٰ بہ اور مرجوح قول پر فتویٰ دیتے ہیں یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں (آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اُس وقت تک ایمان والے نہیں ہوسکتے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کے فیصلے کو کھلے دل سے تسلیم نہ کریں اور آپ کے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی حرج یا رکاوٹ محسوس نہ کریں (سورۃ النساء، آیت ۶۵)۔

(۲) دوسرا قول لکھا کہ ملا علی قاری کا کہنا ہے کہ انبیاء کرام کو اللہ نے جس قدر علم غیب دیا اُس سے زیادہ نہ جانتے تھے، یہ قول ہرگز ہمارے خلاف نہیں ہے، اور جس ہستی کو ایک لمحے میں فتجلیٰ لی کل شئی و عرفت "تو روشن ہوگئی مجھ پر ہر شئے اور معرفت حاصل ہوگئی مجھے" کے مقام پر فائز کر دیا گیا، اُس کی لمحہ لمحہ کی رب زدنی علماً (اے رب میرے علم میں اضافہ فرما) کی دعاؤں کے صلے میں کتنا علم ملا اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

(۳) فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہو کہ بزرگوں کی روحیں موجود ہیں اور ہمارے حال سے واقف ہیں، وہ کافر ہے۔

اس عبارت میں ارواح المشائخ کو حاضر ماننا بیان کیا گیا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ تمام مشائخ کو کنت سمعه و بصره و یده و رجله والے محبوبان الٰہی قرار نہیں دیا جاسکتا اور مشائخ میں سے جو حضرات اس مقام پر فائز ہونے والے محبوبان الٰہی بن چکے، اُن کے بارے میں بزرگان دین فرما چکے فتریٰ و تسمع الکل کالمشاھد (مرقاۃ علی قاری، ج ۲،ص ۲۴۲) کہ وہ مشاہدہ کرنے والوں کی طرح دیکھتے سنتے ہیں، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ کے حوالے ہمارے خلاف اس لئے معتبر نہیں، کیونکہ ان کی کتابیں وہابیہ نے شائع کی ہیں اور بدمذہب کی وہ روایت جس سے وہ اپنی بدمذہبی کی حمایت کرے معتبر نہیں ہوتی، لہٰذا شاہ ولی اللہ خاندان کی کتابوں میں جہاں جہاں وہابیہ کی حمایت ملتی ہے وہ ہمارے خلاف اس لئے حجت نہیں کہ یہ کتابیں وہابیہ کے شائع کرنے سے ہم تک پہنچی ہیں، اور یہ جماعت اتنی بڑی تحریف کنندہ جماعت ہے کہ صحاح ستہ جیسی متداول کتابیں چھاپتی ہے تو اُن میں بھی لفظوں کے ردوبدل سے باز نہیں آتی، تو جو غیر مطبوعہ کتاب ان کے ادارے طبع کریں، اُس کا کیا حال ہوگا۔

پھر مضمون نگار کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر قادر نہ تھے کہ جب چاہیں معجزہ دکھا دیں، یہ ہرگز درست نہیں، معجزہ ملنے کے بعد نبی کی قدرت میں رہتا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ وحی اللہ ہی اُتارتا ہے، تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے

کہ اکثر اوقات نبی پاک ﷺ کا انتظار فرمانا ہی نزول وحی کا سبب بنتا ہے، اور اکثر اوقات تو نبی پاک ﷺ لوگوں لوگوں کو کچھ بتانے یا کسی بات کا جواب دینے کے لئے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے اجازت ملنے کا انتظار فرما رہے ہوتے ہیں، تو آپ ﷺ کی خاموشی نہ جاننے کے سبب نہیں ہوتی بلکہ بتانے کی اجازت نہ ملنے سبب ہوتی ہے۔

مخالف لکھتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ دشمنان دین سے کل کا وعدہ فرما رہے ہیں مگر سترہ روز تک بھی وعدہ کو پورا نہ کر سکے۔

کیا یہ توحید کا بیان ہے یا پیغمبر پر وعدہ خلافی کے گناہ کا الزام لگا کر اُن کی عصمت کو داغدار کیا جا رہا ہے؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ بات یوں بھی تو کہی جا سکتی تھی کہ نبی پاک ﷺ نے سوالوں کا جواب کل کلاں (مستقبل میں) دینے کا وعدہ فرمایا تھا، نہ کہ محض آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر، آپ ﷺ نے حکمت الٰہی کی وجہ سے ایسا فرمایا تھا، کیونکہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے بولتے ہیں، اور بتانے کا وعدہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اُس وقت بھی جانتے تھے، اور سترہ اٹھارہ دن اس لئے نہ بتایا کہ بتانے کی اجازت نہ ملی، اور ساتھ ساتھ مستقبل کے وعدوں کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کی تعلیم بھی دے دی، آیت میں یا حدیث میں نہ جاننے کا تو ایک لفظ بھی نہیں ہے، تو قیاس کے گھوڑے دوڑا کر علم نبی کی نفی کر کے اپنا علم نمایاں کرنا کون سی علمیت ہے؟

بریں علم و دانش بباید گریخت

تھک ہار کر تفسیر مدارک و خازن و کبیر وغیرہ کا حوالہ دے کر ہمارا مخالف نہ مانتے ہوئے بھی اتنا مان گیا ہے کہ ''رسول کے لئے خدا کی مرضی ہوتی ہے، اُس پر تھوڑا سا علم غیب ظاہر فرما دیتا ہے تاکہ یہ اُس کا معجزہ بن جائے'' ہم آپ کی اس کشادہ دلی کی داد دیتے ہیں کہ آپ نے تھوڑا سا علم غیب تو مان لیا، اور وہ تمام آیتیں جن کے ذریعے آپ علم غیب کی نفی کرتے تھے اَب وہ آپ کو بھول گئیں، یا اُن کے وہ معنی جو ہم پیش کرتے ہیں وہ آپ نے مان لئے، اس پر ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، اور ہمیں وہابیوں کی اس عادت کا اعتراف ہے کہ مسائل کے سلسلے میں یہ ''نہیں نہیں'' کرتے ہوئے اچھی بھلی ''ہاں'' بھی کہہ جاتے ہیں۔

اَب اسی مسئلے کو لیجئے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کے لئے تھوڑا اور بعض علم غیب مانتے ہیں، اور مخلوقات کے لحاظ سے یہ بعض علم غیب کل علم غیب کا درجہ رکھتا ہے، کیونکہ آپ ﷺ اُن سب کے علم کے جامع ہیں۔

آخر میں میں ہمارا مخالف یہ چال چلتا ہے کہ جس قدر علم غیب آپ ﷺ کو معلوم تھا وہ تو آپ ﷺ نے اپنی اُمت پر ظاہر فرمادیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وماھو علی الغیب بضنین (سورۃ التکویر، آیت ۲۴) کہ آپ ﷺ غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتے، لھذا ہر شخص آپ کے برابر غیب دان ہوا۔

اس دھوکے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بخیل نہیں اور اس کے ہاتھ بھی کھلے ہیں بل یدٰہ مبسوطتٰن (سورۃ المائدہ، آیت ۶۴)، جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کھلے ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مخلوق کو اس کے برابر مان لیا جائے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بخیل نہ ہونے کا مطلب بھی یہ نہیں کہ اُمتیوں کو رسول اللہ ﷺ کے برابر مان لیا جائے، اور رسول اللہ ﷺ ہر غیب پر امین ہیں انک مامون علی کل غائب (الخصائص الکبریٰ۔ مسند احمد)، اور امین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک مالک کی طرف سے اذن واجازت نہ ملے تب تک امانت کو ظاہر نہ فرمائے، بہت سارے سوالات کے جوابات اور بہت سے مواقع پر آپ ﷺ کی خاموشی اسی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے تھی، کیونکہ آپ ﷺ ہر غیب پر امین ہیں۔

مضمون نگار نے آخر میں اس بات سے بھی انکار کیا ہے کہ "خدا نے آپ ﷺ کو ایسی قدرت عطا فرمائی تھی کہ آپ غیب کی جس بات کو چاہتے معلوم کرلیتے تھے" مخالف نے آگے یہ نہیں بتایا کہ ہمارے وہابیوں کے نزدیک یہ خدا کی صفت ہے "غیب دریافت کرنا اس طرح کہ جب چاہے دریافت کرلے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے" (تقویۃ الایمان) اور اپنے اس ناقص التوحید نظریہ علم غیب کو کبھی یہ درست ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کے دس سے زائد مقامات پیش کرتے ہیں، اور کبھی جب ہوش آتا ہے تو تقویۃ الایمان شائع کرتے ہوئے یہ کفریہ عبارت ہی سرے سے اُڑا دیتے ہیں (ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان، مطبوعہ سعودیہ)۔